قیام عاشورہ، اہل سنت کی تاریخی کتابوں میں

مؤلف: ڈاکٹر سید احمد عقیلی
مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

واقعہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے جس میں بہت سے مقاصد واغراض پوشیدہ ہیں اور اہل سنت کے اکثر بزرگ مورخین نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔اس مضمون میں بخاری، طبری اور ذہبی کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے، قیام عاشورہ کے بارے میں ان مورخین کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تینوں مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام حسینؑ نے اللہ کے لئے قیام کیا اور اس قیام کی بنیاد آزادی، عدالت اور شرافت ہے۔آپ لوگوں کو حاکم وقت کے ظلم و ستم سے نجات دلانا چاہتے تھے۔اس واقعہ میں خاندان پیغمبرؐ کے افراد شہید ہوئے اور ان کے اہلبیت کو اسیر کیا گیا۔ پہلے ہم یہاں پر ان تینوں کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

صحیح بخاری: امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری کی تحریر کردہ کتاب ہے۔ تیرہ شوال سنہ ۱۹۴ ہجری میں شہر بخارا میں آپ کی ولادت ہوئی۔ بخارا کے مکتب خانوں سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ پھر علامہ داخلی جیسے علما کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔ بخاری نے بہت ساری کتابیں تحریر کی ہیں جیسے کتاب قضایا الصحابہ والتابعین واقاویلھم، التاریخ الکبیر، الادب المفرد، اسامی الصحابہ، التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، کتاب الجامع الصحیحین من السند من حدیث رسول اللہ و سنہ و ایام معروف بہ صحیح بخاری۔امام بخاری نے ۱۶سال کے عرصہ میں اس کتاب کو تحریر کیا۔

گذشتہ صدیوں میں اس کتاب پر بہت توجہ دی گئی ہے اور سو سے زائد تعلیقات اور حواشی اس پر تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلاً شرح فتح الباری تالیف علامہ ابن حجر عسقلانی اور عمد القاری تالیف بدرالدین عینی۔ صحیح بخاری میں رسول خداؐ سے مروی احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ بخاری نے اس کتاب میں واقعہ عاشورہ کا تجزیہ

کیا ہے اور پہلے امام حسینؑ کے حسب و نسب کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر کوفیوں کی دعوت کا تذکرہ ہے جنہوں امامؑ کو کوفہ بلایا تھا اور پھر آپ کی شہادت کا تذکرہ ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بخاری نے عزاداری اور عاشورہ کے سلسلہ میں اہل سنت کے عقائد کو بھی بیان کیا ہے۔

تاریخ طبری: ابو جعفر محمد بن جریر طبری کی تحریر کردہ کتاب ہے جو عربی زبان میں ہے۔ یہ تاریخ کی کتاب ہے جس کے دو حصے ہیں۔ ایک دنیا کی تاریخ اور دوسرے دنیائے اسلام کی تاریخ۔ فقیہ اور متکلم ہونے کے ناطے طبری نے تاریخ اسلام سے متعلق روایات کو بہت ہی دقت نظر سے نقل کیا ہے۔ طبری نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں سنہ ۶۱ ہجری کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ انھوں نے امام حسینؑ کی کوفہ کی جانب روانگی، یزید کی بیعت نہ کرنا اور آپ کی شہادت کو مفصّل بیان کیا ہے اور قیام عاشورہ کے مختلف زاویوں کا تجزیہ کیا ہے۔

سیر اعلام النبلا: شمس الدین محمد بن احمد ذہبی کی تحریر کردہ کتاب ہے جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مورخ اور محدث ہیں۔ انھوں نے اسلامی تاریخ کے سات سو سالوں کو ستر دہائیوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر دہائی کو طبقہ کا نام دیا ہے۔ انھوں نے اس کتاب کو مختصر بھی کیا ہے جس کا نام العبر فی خبر من غبر رکھا ہے۔ انھوں نے سنہ ۷۴۴ تک کی اسلامی تاریخ کو اختصار کے ساتھ تحریر کیا اور اس کا نام دول اسلامی رکھا۔ اس کے علاوہ آپ نے حدیث و رجال کے موضوع پر بھی کئی کتابیں تحریر کی ہیں جیسے کہ میزان الاعتدال، الکاشف، المغنی فی الضعفا، سیر اعلام النباء اور تاریخ اسلام۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلا کی تیسری جلد میں امام حسینؑ کی تحریک کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ امام حسینؑ کے فضائل، کوفیوں کے خطوط، مسلم بن عقیل کی شہادت اور دوسرے واقعات۔

اہل سنت کی تاریخی کتابوں میں امام حسینؑ کا حسب و نسب اور فضائل

آپ ابوعبداللہ حسین بن علی بن ابیطالب، علی بن ابی طالب اور رسول خداؐ کی بیٹی جناب فاطمہ زہرا(س) کے دوسرے بیٹے ہیں۔ آپ کے بہت سے القاب ہیں جیسے کہ سید، وفی، ولی، مبارک، سبط اور شہید

کربلا۔[۱] اہل سنت کے بعض بزرگ حضرات نے امام حسینؑ کو سید الشہدا کا لقب دیا ہے کیونکہ رسول خداؐ نے خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ انسان ہے جو ظالم حاکم کے خلاف قیام کرے گا اور اسے امر بمعروف و نہی عن المنکر کرے گا اور اس کے ہاتھوں قتل ہوگا۔"

امام حسینؑ پانچویں شعبان سنہ چار ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ رسول خداؐ ولادت کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو دیکھنے گئے اور آپ کے منہ کو اپنے لعاب دہن سے متبرک کیا اور آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا: میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا: اس کا نام حرب جنگاور رکھا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا اس کا نام حسین ہے۔ امام حسینؑ کی ولادت کے ساتویں روز رسول خداؐ نے ایک بقرہ عقیقہ کیا اور فرمایا اس کے بالوں کو جمع کرکے اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ دو۔[۲]

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا بچپن رسول خداؐ کے سایہ شفقت میں گزرا یہاں تک کہ آپ نے ان دونوں حضرات کو اپنا بیٹا کہا اور جب بھی جناب فاطمہ (س) کے پاس آتے تو فرماتے میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ یہ دونوں بھائی دنیا میں میرے خوشبودار پھول ہیں۔[۳] حسن و حسین سید شباب اہل جنت ہیں۔[۴] امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی طرف پیغمبر اسلامؐ کی توجہ کے سلسلہ میں اس کے علاوہ بھی بہت سی روایتیں منقول ہیں جو حقیقت میں امام حسینؑ کے فضائل و مناقب پر دلالت کرتی ہیں۔

یعلی بن مرہ کہتے ہیں:

"ایک روز امام حسینؑ گلی میں کھیل رہے تھے۔ رسول خداؐ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔ امام حسینؑ ادہر ادہر بھاگ رہے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے آپ کو ہنسایا اور گود میں بٹھا کر فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ حسینؑ کو دوست رکھنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے۔[۵]

۱۔ ابن جوزی، سبط، تذکرۃ الخواص، ص ۲۱۰

۲۔ ابن حنبل، احمد، مسند احمد بن حنبل (جلد ۱)، ص ۱۵۸

۳۔ بخاری، الجامع الصحیح (جلد ۴)، ص ۵۸۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر (جلد ۳۹)، ص ۳

۵۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (جلد ۱)، ص ۹۷

جابر بن عبداللہ بھی رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں:
"جو کوئی بہشتی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسین بن علی کی طرف نظر کرے"۔[۱]

خلفائے راشدین اور دوسرے اصحاب رسول بھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی عظمت کے قائل تھے اور ان کو چاہتے تھے۔ خلیفہ اول سے منقول ہے کہ اہلبیت پیغمبر کی حرمت کا لحاظ کرو۔[۲] علامہ ابن کثیر دمشقی سے مروی ہے کہ خلیفہ اول، امام حسینؑ کا بہت احترام کرتے تھے۔ خلیفہ سوم بھی حضرت علیؑ کی اولاد سے محبت کرتے تھے۔[۳]

امام حسینؑ کی نمایاں خصوصیتیں

امام حسینؑ کا مزاج اور ان کی اخلاقی خصوصیات ہر لحاظ سے پیغمبر اسلامؐ سے مشابہ تھیں۔ آپ کی ذات میں سخاوت اور دوسرے کو معاف کرنے کے علاوہ وفا اور بہادری بھی موجود تھی۔ لوگوں میں کبھی غلطی نہ نکالتے تھے بلکہ ہمیشہ دین کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے تھے۔ امام حسینؑ سخی، وفادار اور بہادر تھے اسی وجہ سے اپنے بھائی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ کے خلاف قیام نہیں کیا کیونکہ ان کے بھائی نے معاویہ سے صلح کی تھی اور معاہدہ کیا تھا۔ جب آپ کے چاہنے والوں نے کہا کہ آپ معاویہ سے خلافت کو دوبارہ حاصل کرلیں تو آپ نے فرمایا کہ معاویہ نے میرے بھائی سے معاہدہ کیا ہے اور جب تک مناسب وقت نہ آجائے اسے توڑنا مناسب نہیں ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ معاہدہ کے پابند تھے۔

امام حسینؑ بہادری میں بے مثال تھے۔ آپ شمالی افریقہ، طبرستان اور قسطنطنیہ کی جنگوں میں شریک رہے اور جنگ جمل، صفین اور نہروان میں اپنے والد کے ہم رکاب رہے لیکن آپ کی بہادری کا اعلیٰ نمونہ میدان کربلا میں نظر آتا ہے۔ امام حسینؑ مہربان، خیر خواہ اور منکسر المزاج اور لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے انسان تھے۔

۱۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان (جلد ۱۵)، ص ۴۲۱
۲۔ الجامع الصحیح (جلد ۴)، ص ۵۷۹
۳۔ ابن سعد کاتب واقعدی، محمد، الطبقات الکبری (جلد ۳)، ص ۲۹۶

مروی ہے کہ ایک روز آپ کا گزر غریبوں کے ایسے گروہ کے پاس سے ہوا جو کھانا کھارہے تھے۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ سواری سے اترے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا اور فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم لوگ بھی میری دعوت کو قبول کرو۔ پھر آپ نے ان لوگوں کی اپنے گھر پر دعوت کی۔[۱]

ذہبی تحریر کرتا ہے:

> "امام حسینؑ عبادت و تقوائے الٰہی میں نمونہ تھے اور اسی راہ میں اپنی جان دی۔ آنخضرت واجب نمازوں کے علاوہ نافلہ نمازوں کو بہت اہمیت دیتے تھے، دنوں میں روزہ رکھتے تھے اور راتوں میں اللہ تعالی سے راز و نیاز کرتے تھے۔ مصعب سے منقول ہے کہ آپ نے پچیس بار پیدل حج بجالایا۔"[۲]

امام حسینؑ میدان جنگ میں بھی نماز برپا کرتے تھے۔ جنگ کے دوران آپ نے اذان کا حکم دیا تاکہ نماز پڑھ سکیں اور نماز کے بعد آپ نے فرمایا:

> "اے لوگو! پرہیزگار بنو اور حق کو اس کے حق دار کے لئے جانو تاکہ اللہ کی رضایت حاصل ہوسکے۔"[۳]

بخاری، طبری، ذہبی اور ان کے بعد کے محققین نے امام حسینؑ کی منکسر المزاجی اور بہادری کو سراہا ہے۔

امام حسینؑ، یزید کے زمانہ میں: مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد یزید کو کوئی غم نہ تھا سوائے اس بات کے کہ حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر نے اس کی بیعت نہیں کی ہے۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے معاویہ کے زمانہ میں ہی اس کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ اس لئے یزید نے ایک خط کے ذریعہ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو ان لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا۔[۴]

۱۔ الجامع الصحیح (جلد ۷)، ص ۹۸
۲۔ ذہبی، سیر اعلام النبلا (جلد ۳)، ص ۲۷۸
۳۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری (جلد ۷)، ص ۲۹۹۱
۴۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون (جلد ۱)، ص ۴۰۳

ولید نے خط ملنے کے بعد مروان بن حکم سے مشورہ کیا۔اس نے کہا کہ اسی وقت ان افراد سے یزید کی بیعت لو اور اگر وہ انکار کرتے ہیں تو ان کی گردن اڑادو۔ ولید کا آدمی حسین بن علیؑ اور عبداللہ بن زبیر کے پاس گیا۔ یہ دونوں لوگ مسجد نبوی میں موجود تھے۔ قاصد نے ولید کا پیغام ان تک پہنچایا۔امام حسینؑ اپنی ذاتی فراست و ذہانت کی وجہ سے واقعہ کی تہہ تک پہنچ گئے اور فرمایا:

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کا انتقال ہوگیا ہے اور حاکم مدینہ اس خبر کے پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے یزید کی بیعت لینا چاہتا ہے۔“

عبداللہ بن زبیر نے بھی آپ کی تائید کی۔ امام حسینؑ نے بات کو اور واضح کرنے کے لئے حاکم مدینہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔آپ اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ہمراہ حاکم مدینہ کے محل کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو محل کے باہر رکنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر میں تمہیں اندر بلاؤں یا میری آواز بلند ہوجائے تو تم سب محل کے اندر آجانا ورنہ یہیں ٹھرنا جب تک میں واپس نہ آجاؤں۔ حضرتؑ محل کے اندر گئے ۔آپؑ کو بیعت کے لئے کہا گیا۔آپؑ نے فرمایا میں خفیہ طور پر بیعت نہیں کروں گا، جب حاکم مدینہ مسجد میں لوگوں سے بیعت لے گا تب میں بھی بیعت کرلوں گا۔[1]

حاکم مدینہ مروان کی مخالفت کے باوجود امامؑ کی بات کو مان لیتا ہے۔ امامؑ گھر واپس آئے اور پھر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ عبد اللہ بن زبیر بھی اپنے بھائی جعفر کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوگیا۔مکہ کے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور مختلف گروہ ان کے گرد جمع ہوگئے اور آپ کی تقریروں سے مستفید ہونے لگے۔ ابن زبیر بھی خانہ کعبہ کے جوار میں عبادت میں مشغول ہوگیا اور نماز کے بعد لوگوں کے ساتھ امامؑ کے پاس جاتا تھا۔

کوفہ کے لوگ بھی اس عرصہ میں امام حسینؑ کے فضائل سے آشنا ہو چکے تھے اور آپ کے خاندان کے زہد و تقوی کے معتقد ہوگئے تھے۔ انہوں نے جب معاویہ کے انتقال اور یزید کے تخت نشین ہونے کی خبر سنی اور انہیں یہ بھی پتہ چلا کہ امام حسینؑ ،یزید کی بیعت سے انکار کرکے مکہ آگئے ہیں، تو انہوں نے آپ کو خط لکھے اور آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔[2]

۱۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم الملوک (جلد ۷)، ص ۲۹۰۵

۲۔ سیر اعلام النبلاء (جلد ۳)، ص ۲۹۹

امام حسینؑ نے تامل کیا اور آخر کار اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو دیار کوفہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں کے حالات کا اندازہ لگائیں۔ مسلم بن عقیل کا کوفہ میں گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ ہزاروں کوفیوں نے امام حسینؑ کی نیابت میں مسلم بن عقیل سے بیعت کی۔ جناب مسلم نے امامؑ کو خط لکھا اور کوفیوں کے جوش وخروش کے بارے میں بتایا۔ دوسری طرف کچھ کوفیوں نے خفیہ طور پر یزید کو خط لکھا اور کوفہ کے حالات اور امام حسینؑ سے بیعت کے بارے میں اسے بتایا۔ اس خط کے ملتے ہی یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور کوفہ پہنچتے ہی مسلم بن عقیل کو شہر بدر کرنے یا قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن زیاد کوفہ آیا اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مسلم بن عقیل سے دور کر دیا اور وہ اکیلے رہ گئے۔ آخر کار ابن زیاد کے سپاہیوں نے مسلم بن عقیل کو گھیر لیا اور انہیں ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ اس نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا اور مسلم بن عقیل کو قصر الامارہ کی چھت پر لے جایا گیا اور ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اس حال میں کہ وہ اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔

امام حسینؑ اس واقعہ سے ایک روز قبل مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے اور مسلم بن عقیل کی شہادت کی ان کو خبر نہ تھی۔ امامؑ کے چاہنے والوں کو جب پتہ چلا کہ امامؑ کوفہ جانا چاہ رہے ہیں تو آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور کوفہ والوں کی بے وفائی کے بارے میں بتایا لیکن امامؑ اپنے فیصلہ سے نہ ہٹے اور اپنے راستہ پر چلتے رہے۔

امام حسینؑ کا قافلہ ایک اونچے پہاڑ کے پاس عبید اللہ بن زیاد کے لشکر سے روبرو ہوا جن کی تعداد ایک ہزار تھی اور جس کا سپہ سالار حر بن یزید ریاحی تھا۔ انہیں امامؑ کو کوفہ لے جانے کا حکم تھا۔ امام حسینؑ ایک انجانے راستہ پر چل پڑے اور ابن زیاد کے سپاہی آپ کے تعاقب میں تھے۔ دوسری محرم سنہ ۶۱ ہجری کو امامؑ کے قافلہ نے نینوا کے پاس کربلا نامی علاقہ میں پڑاؤ ڈالا اور وہیں پر خیمہ نصب کئے گئے۔ دوسرے دن عمر بن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے کربلا پہنچا اور امامؑ کے سامنے صف آرا ہو گیا۔

دونوں لشکر کے سرداروں کے درمیان گفتگو ہوئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ امامؑ نے دشمن کے لشکر کو حق کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ پیغمبر اسلامؐ کے عمامہ کو سر پر رکھ کر اور پیغمبرؐ کے اونٹ پر سوار ہو کر آپ ایک ٹیلہ پر پہنچے تا کہ لوگ آپ کی آواز کو سن سکیں۔ پھر آپؑ نے بلند آواز سے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

”میرے نسب کو یاد کرو کہ میں کون ہوں۔ میرا قتل اور میری حرمت کو پامال کرنا کہاں جائز ہے۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول خداؐ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟ وائے ہو تم پر! کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے جس کا انتقام لینا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تمہارے مال پر قبضہ کر لیا ہے جس کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟“[۱]

اس کے بعد امامؑ نے کوفہ کے ان لوگوں کا نام لیا جنہوں نے بیعت کے لئے آپ کو بلایا تھا اور اب ابن زیاد کے لشکر میں شامل ہو کر آپ سے مقابلہ کرنے آئے تھے۔ اس تقریر کا لوگوں پر بہت اثر ہوا اور دشمن کے لشکر کے کچھ لوگ منجملہ ان کا سردار حر بن یزید ریاحی امامؑ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔[۲]

جنگ کا آغاز

دسویں محرم سنہ ۶۱ ہجری بروز جمعہ عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوا۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو میدان کے مختلف مقامات پر تعینات کیا۔ حضرتؑ کے پاس ۷۲ آدمی تھے جن میں سے ۳۲ گھوڑ سوار اور ۴۰ پیدل تھے۔ لشکر کا پرچم جناب عباس کے ہاتھ میں تھا۔ دشمن کا لشکر سامنے آیا تو امامؑ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور دعا پڑھنا شروع کیا۔ دشمن کے سپاہیوں میں پریشانی و اضطراب کا ماحول تھا۔ یہاں تک کہ عمر سعد خیام حسینی کے قریب آیا اور ایک تیر خیموں کی طرف چلایا اور چلا کر کہا: امیر کے پاس جا کر گواہی دینا کہ پہلا تیر میں نے حسینؑ کی طرف چلایا تھا۔ پھر مسلسل تیروں کی بارش ہونے لگی۔ امامؑ نے ایک نظر تیروں کو دیکھا اور ایک نظر اپنے اصحاب پر ڈالی اور فرمایا: اے میرے اصحاب! یہ تیر اس قوم کا منحوس پیغام لانے والے ہیں۔

اس طرح جنگ کا آغاز ہوا اور امامؑ کے اصحاب نے ایسی بہادری دکھائی جس کی مثال رزمیہ نظموں اور افسانوں کے سوا کہیں اور نہیں ملتی۔ لشکر باطل تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود، حق کے سپاہیوں کے سامنے کمزور پڑ گیا اور ہر لحظہ ان کا سوار قتل ہوتا رہا۔ آخر کار عروہ بن قیس عمر سعد سے کہتا ہے: دیکھ رہے ہو

۱۔ الجامع الصحیح (جلد ۷)، ص ۱۰۰
۲۔ عقاد، عباس محمود، واقعہ کربلا، ص ۱۲۳

کس طرح ہمارا لشکر ان چند لوگوں کے مقابلہ میں کمزور پڑ رہا ہے۔ تیر اندازوں اور پیادوں کو ان کی طرف بھیجو۔ اس وقت حصین بن نمیر کی سپہ سالاری میں پانچ سو لوگوں نے امام حسینؑ کے ساتھیوں پر تیر برسانے شروع کئے جس سے امامؑ کے لشکر کے کئی لوگ زخمی اور کچھ لوگ شہید ہوگئے۔ حر بن یزید، امام حسینؑ کی طرف سے بہت بہادری سے جنگ کرتے رہے اور بہت سے دشمنوں کو ختم کرکے آخر کار خود شربت شہادت نوش کرتے ہیں۔ امام حسینؑ کے خاندان کے لوگ اور ان کے بھائی، امامؑ کا دفاع کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے۔

ظہر کے وقت امام حسینؑ اور آپ کے ساتھی نماز خوف پڑھتے ہیں۔ دشمن حضرتؑ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ امامؑ کا ایک ساتھی خود کو سپر قرار دیتا ہے اور مجروح ہو کر زمین پر گر پڑتا ہے۔ اس وقت زہیر بن قین نے حضرت کا دفاع کیا اور جنگ کرتے کرتے شہید ہوگئے۔ جناب علی اکبر مرہ بن منذ شقی کے نیزہ سے شہید ہوئے۔ امام حسینؑ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا خدا اس قوم کو ہلاک کرے جنہوں نے تم کو مار ڈالا، یہ قوم کتنی جاہل و نادان ہے۔

پیاس و گرمی کی شدت میں امام حسینؑ نے جنگ جاری رکھی لیکن جب اپنے بیٹے عبداللہ کو دیکھا کہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں تو ان کو سیراب کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور ظالم لوگوں سے کہا:

> "اگر ہمارے حق کے لئے اللہ تعالی کی پرواہ نہیں کرتے تو کم سے کم اس بچے کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اسی وقت دشمن کے ایک سپاہی نے معصوم بچے کی طرف ایک تیر مارا اور کہا لو اسے اس سے سیراب کرو۔ تیر بچہ کے سینہ پر پیوست ہوا۔ حضرتؑ نے بچہ کے خون کو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک کر فرمایا: پروردگارا! اگر آسمان سے کامیابی کو میرے لئے روک رکھا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے مقرر کر اور اس قوم سے ہمارا انتقام لے"۔[۱]

امام حسینؑ ایک بڑے لشکر کے سامنے یکہ و تنہا رہ گئے۔ جن لوگوں نے آپ کا محاصرہ کیا تھا، ان پر حملہ کرتے رہے اور ان کی صفوں کو توڑتے رہے لیکن کسی میں حضرتؑ پر حملہ کرنے کی جرات نہ تھی۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (جلد ۴)، ص ۲۰۳

آنحضرت کو شہید کرنا ان کے لئے بہت مشکل تھا کیونکہ جو بھی اس گناہ کا مرتکب ہوتا اللہ کا سخت عذاب اس کے انتظار میں تھا۔ آخرکار شمر بن ذی جوشن چلاکر کہتا ہے: وائے ہو تم پر! حملہ کیوں نہیں کرتے۔ شمر کے خوف کی وجہ سے سپاہیوں نے آپ پر حملہ کیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے حضرتؑ کے بائیں بازو پر ضرب لگائی۔ کسی نے شانہ پر ضرب لگائی اور اس طرح حضرتؑ زمین پر گرپڑے لیکن دشمن تیروں کی بارش کرتا رہا اور روایتوں میں ہے کہ حضرتؑ کی شہادت کے بعد آپ کے جسم اطہر پر ۳۳ نیزہ کے زخم اور ۳۴ شمشیر کے زخم نظر آئے۔اس وقت سنان بن ابی عمرو اصبحی نے آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کیا اور خولی بن یزید کے حوالہ کردیا۔اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے دس سپاہیوں نے شہیدوں کے مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے۔ پھر شہیدوں کے سروں کو تن سے جدا کرکے نیزوں پر بلند کیا اور بے جان جسموں کو زمین پر چھوڑ دیا۔ مصیبت زدہ خواتین کو شہیدوں کی لاشوں کے پاس سے گزارا گیا۔ جناب زینب(س) اس منظر کو دیکھ کر فرماتی ہیں: اے محمدؐ! یہ حسینؑ ہیں جو زمین پر پڑے ہیں اور آپ کی بیٹیوں کو قیدی بنایا گیا ہے اور آپ کے بیٹوں کو قتل کردیا گیا ہے اور ان پر باد صبا چل رہی ہے۔[1]

شہیدوں کے مقدس جسم زمین پر پڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ جو اسی نواح میں رہتے تھے، آئے اور شہیدوں کو سپرد خاک کیا۔ طبری، بخاری، ذہبی اور دوسرے مورخوں کا ماننا ہے کہ شہیدوں کے سر کو اہلبیت عصمت وطہارت کی خواتین کے ساتھ کوفہ لے جایا گیا اور ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان سروں کی کوفہ کے مختلف قبائل میں نمائش کی جائے۔اگلے روز ان سروں کو ابن زیاد کے محل میں لے جایا گیا۔ ابن زیاد اپنے عصا سے سر مبارک کی بے ادبی کررہا تھا۔ اسی وقت رسول خداؐ کے ایک صحابی زید بن ارقم نے چلاکر کہا: اس عصا کو ہٹالے، اللہ کی قسم! میں نے خود رسول خداؐ کو ان لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر اس نے اشک بار آنکھوں سے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا: اے قوم عرب! تم نے فاطمہ(س) کے بیٹے کو قتل کردیا اور پسر زیاد کو اپنا امیر بنالیا جب کہ اس نے بہترین لوگوں کو اذیت دی ہے اور انہیں غلاموں کی طرح گرفتار کیا ہے۔ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو اس طرح ذلیل ہورہے ہو؟[2]

۱۔ واقعہ کربلا، ص ۱۳۹

۲۔ تاریخ طبری (جلد ۷)، ص ۳۰۷۹

ابن زیاد آنحضرتؑ اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو نیزہ پر چڑھا کر دمشق بھیج دیتا ہے اور اس کے بعد اہلبیت عصمت و طہارت کی مخدرات کو بھی جنگی اسیروں کی طرح اونٹوں پر سوار کرکے دمشق کے لئے روانہ کردیا۔ اسیروں کا قافلہ اور شہیدوں کے سر ایک ساتھ دربار یزید میں پہنچے۔ آخرکار یزید بن نعمان بشیر کے ہمراہ اہلبیت عصمت کو مدینہ کے لئے روانہ کیا گیا۔

یزید نے اپنے دور حکومت میں ایسے گھناؤنے کام انجام دئے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس سے نفرت ہو گئی۔ یزید نے ابن زیاد کے کاموں کی تائید کی اور واقعہ کربلا کے مسببین کو کوئی سزا نہیں دی۔ کچھ دنوں بعد اس نے شہر مدینہ کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے مسلم بن عقبہ کی سرداری میں ایک لشکر مدینہ کی طرف بھیجا اور شہر نبیؐ کی حرمت کو تار تار کردیا۔ اس کے لشکر نے بہت سے انصار و مہاجرین اور ان کی اولاد کو قتل کردیا۔ اس کے بعد یزید کے لشکر نے مکہ پر حملہ کا قصد کیا لیکن اس کا سپہ سالار راستہ میں ہی مرگیا۔ لشکریوں نے مکہ کا محاصرہ کرلیا اور چند روز کی جنگ و خونریزی کے بعد خبر ملی کہ یزید مرگیا اور اس طرح وہ لشکر متفرق ہو گیا۔

اہل سنت کے عقائد و تاریخ کی کتابوں میں قاتلین امام حسینؑ سے صراحت کے ساتھ بیزاری و نفرت کا اعلان ملتا ہے اور ان پر لعنت و ملامت کی گئی ہے۔ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد ثانی تحریر کرتے ہیں:

> ”یزید ملعون فسقہ کے زمرہ میں ہے اور اس پر لعنت نہ کرنے کی وجہ اہل سنت کی یہ اصل ہے کہ کسی معین شخص کو اگرچہ وہ کافر ہو لعنت نہیں کی جاسکتی ہے مگر یہ کہ اس کا خاتمہ بہ کفر ہونا ثابت ہو جائے، نہ یہ کہ یزید لعنت کے مستحق نہیں ہے۔“

اہل سنت کے دوسرے محققین نے بھی صراحت کے ساتھ یزید کو لعنت کے قابل جانا ہے اور اس کے برے اعمال کی تنقید کی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> ”وہ میرے نزدیک مبغوض ترین شخص ہے اور اس بدبخت نے اس امت میں ایسے کام کئے کہ کسی نے ویسا کام نہ کیا۔ امام حسینؑ کے قتل کے بعد اہل بیت کی اہانت کی اور مدینہ پر لشکر کشی کی اور صحابہ و تابعین اس کے حکم سے قتل کئے گئے۔ پھر مکہ مکرمہ پر حملہ اور عبداللہ بن زبیر کا قتل کیا۔ اس کے بعد توبہ اور خدا کی طرف رجوع کرنے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس شخص کی محبت و عقیدت سے دور رکھے

جس نے اہلبیت نبوت سے عداوت کی اور ان کے حق کو پایمال کیا اور ہمیں محبان اہلبیت کے زمرہ میں محشور کرے"۔[1]

احمد بن عبدالحلیم مشہور بہ ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

"بے شک یزید مسلمان بادشاہوں میں سے تھا جس نے برے اعمال انجام دئے۔ ہمارے قائدین یزید اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم نہ انہیں برا کہتے ہیں اور نہ ان سے محبت کرتے ہیں"۔[2]

بخاری، ذہبی، طبری اور اہل سنت کے دوسرے منابع میں امام حسینؑ کے قتل کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے یزید سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔

واقعہ کربلا کے اسباب و وجوہات اہل سنت کی کتابوں میں

قیام عاشورہ کے اسباب و وجوہات کے سلسلہ میں شیعی منابع اور اہل سنت کے منابع میں زیادہ اختلاف نظر نہیں پایا جاتا ہے اور دونوں کا نظریہ مشترک ہے۔ کچھ تجزیہ نگاروں نے اس ضمن میں مختلف دلیلیں پیش کی ہیں لیکن سبھی امامؑ کے اس عمل کو حکمت و فلسفہ کی بنیاد پر مانتے ہیں۔ در حقیقت امامؑ کے قیام کی اصل وجہ یہی تھی کہ ظالم حکومت آپ سے زبردستی بیعت لینا چاہتی تھی اور آپ نے اس سے انکار کیا۔ جیسا کہ ابن عباس کے اصرار کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

"میری وجہ سے حرم خدا پر حملہ ہو اس سے بہتر ہے کہ میں کسی اور جگہ شہید ہو جاؤں۔"

طبری کی نظر میں امام حسینؑ کا قیام کوفیوں کی دعوت کی خاطر تھا جنہوں نے حضرتؑ کو خط لکھا اور اپنی حمایت کا اعلان کیا لہٰذا آپ کے قیام کا اصلی مقصد اسلامی حکومت کی تشکیل تھا۔[3]

۱۔ دہلوی، عبدالحق، تکمیل الایمان، ص ۱۷۳

۲۔ ابن تیمیہ، احمد، مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ (جلد ۴)، ص ۴۷۵

۳۔ تاریخ الامم الملوک (جلد ۵)، ص ۳۳۸

لیکن ذہبی کے عقیدہ کے مطابق بیعت کرنے کا دباؤ یا کوفیوں کے خطوط سے صرف نظر کرتے ہوئے، امامؑ کے قیام کا اصل مقصد امر بہ معروف اور نہی عن المنکر تھا۔[1]

بہر حال اہم مسئلہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کا قیام ظلم و جور کے مقابلہ کے لئے تھا۔ البتہ اہل سنت کے کچھ علماء منجملہ بخاری کا ماننا ہے کہ امامؑ کو اپنی شہادت کا پورا علم تھا اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ حکومت حاصل کرنے کا یہ موقع نہیں ہے لہٰذا آپ نے شہادت کو انتخاب کیا تا کہ یزید کے ظلم و ستم کو زمانہ میں ظاہر کر سکیں۔

منابع و مآخذ

- ❖ قرآن مجید
- ❖ ابن سعد کاتب واقعدی، محمد، الطبقات الکبری، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ق
- ❖ ابن الجوزی، سبط، تذکرۃ الخواص، موسسہ اہل البیت، ۱۴۰۱ق
- ❖ ابن حنبل، احمد، مسند احمد بن حنبل، موسسہ التاریخ العربی، ۱۴۱۴ق
- ❖ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، انتشارات دار المعرفۃ، ۱۴۱۶ق
- ❖ ابن حبان، صحیح ابن حبان، انتشارات موسسہ الرسالۃ، ۱۴۱۴ق
- ❖ ابن کثیر، ابو الفداء، البدایہ والنہایہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۳ق
- ❖ ابن اثیر، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت ۱۳۸۵ش
- ❖ ابن خلدون، عبد الرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، ترجمہ محمد پروین گنا بادی، انتشارات علمی فرہنگی، ۱۳۷۹ش
- ❖ ابن تیمیہ، احمد، مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، مطبع الریاض، ۱۳۸۱ش
- ❖ ارباب، اسماعیل، سیرت حضرت حسین بن علی، انتشارات خواجہ عبد اللہ انصاری، تربت جام، ۱۳۹۰ش
- ❖ بخاری، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ق
- ❖ دہلوی، عبد الحق، تکمیل الایمان، انتشارات الرحیم اکیدمی، کراچی، ۱۴۱۲ق
- ❖ ذہبی، سیر اعلام النبلاء موسسہ الرسالۃ، ۱۴۱۳ق
- ❖ سربازی، عبد الرحمٰن، شہسوار کربلا، جامعۃ الحرمین الشریفین، چابہار، ۱۳۸۶ش

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ص ۳۰۰

❖ طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، ترجمہ ابوالقاسم پاینده، انتشارات اساطیر، ۱۳۶۹ش
❖ تاریخ الامم الملوک، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دار التراث، بیروت، ۱۹۶۷م
❖ طبرانی، المعجم الکبیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۴ق
❖ عقاد، عباس محمود، واقعہ کربلا، ترجمہ مسعود انصاری، نشر پردیس، ۱۳۸۰ش
❖ غزالی، احیاء علوم الدین، ترجمہ موید الدین محمد خوارزمی، انتشارات علمی فرہنگی
❖ کلینی، اصول کافی، انتشارات اسوہ، ۱۳۷۵ش
❖ نعمانی، عبد العزیز، روایتی از انقلاب عاشورا و شہادت حضرت حسین، مجلّہ ندای اسلام، سال سوم و چہارم، شماره ۱۲ و ۱۳، ۱۳۸۱ش